لغات واعرابِ قرآن (۲۵)

پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرۃ (۱۸)☆

(آیت : ۲۵)

(گزشتہ سے پیوستہ)

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیر مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحث اربعہ (اللغۃ، الاعراب، الرسم اور الضبط) میں سے زیر مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱، الاعراب کے لیے ۲، الرسم کے لیے ۳، اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیر بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے۔ مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲:۱۸: الإعراب

آیت زیر مطالعہ دراصل پانچ مستقل چھوٹے جملوں پر مشتمل ہے جن میں سے بعض واو عاطفہ کے ذریعے باہم ملا دئیے گئے ہیں۔ اعراب کی تفصیل یوں ہے:۔

☆ لغات واعرابِ قرآن کی پچھلی قسط میں سورۃ البقرہ کے ساتھ ۱۹ نمبر درج تھا۔ قارئین نوٹ فرمالیں کہ وہ درست نہیں تھا۔ سورۃ کے نام کے ساتھ درج کردہ نمبر درحقیقت قطعہ نمبر کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے قبل قطعہ نمبر ۱۷ حکمتِ قرآن کے دو شماروں میں منقسم ہو کر شائع ہوا تھا۔ اس کی دوسری قسط میں عنوان کے ساتھ غلطی سے نمبر ۱۸ درج کر دیا گیا تھا۔ نوٹ فرمالیجئے کہ مئی میں شائع شدہ قسط دراصل قطعہ نمبر ۱۷ کی دوسری قسط تھی، اسی طرح جون میں شائع ہونے والی قسط کو قطعہ نمبر ۱۸ کا جزوِ اوّل قرار دینا صحیح ہوگا۔

(۱) ولبشر الذین امنو وعملوا الصلحت اَنَّ لھم جنت تجری من تحتھا الانھر۔

[وَ] عاطفہ ہے جو اس (آنے والے) جملے کو سابقہ جملے (آیت) سے ملاتی ہے۔[لبشِّرْ] فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر ہے جس میں ضمیر فاعل " انتَ" مستتر ہے۔[الَّذِیْنَ] اسم موصول یہاں فعل (لبشِّرْ) کا مفعول بہ ہو کر منصوب ہے۔ یعنی "تو خوشخبری سنا ان لوگوں کو جو کہ ...." [آمنوا] فعل ماضی معروف مع ضمیر فاعلین "ھم" جملہ فعلیہ بن کر "الذین" کا صلہ ہے۔ (بلکہ یہاں سے صلہ شروع ہوتا ہے)۔ [وعملوا] میں "وَ" عاطفہ ہے جس کے ذریعے "عملوا" کا "آمنوا" پر عطف ہے۔[الصالحات] فعل "عملوا" کا مفعول بہ (لھذا) منصوب ہے ہے۔ اس میں علامتِ نصب آخری "ت" کا کسرہ (ِ) ہے کیونکہ یہ جمع مؤنث سالم ہے۔[أَنَّ] حرف مشبہ بالفعل ہے جس سے پہلے ایک "باء" محذوف ہے جو فعل "لبشِّر" کے بعد آتی ہے یعنی دراصل یہ "بِأَنَّ" ہی ہے۔

[لھم] جار (لِ) اور مجرور (ھم) مل کر "أَنَّ" کی خبر مقدم کا کام دے رہا ہے اور [جناتٍ] اس (أَنَّ) کا اسم مؤخر ہے گویا دراصل عبارت "ان جناتٍ لھم" تھی۔ "لھم" کے مقدم ہونے سے اس میں "ان ہی کے لیے (ہیں)" کا مفہوم پیدا ہو گیا ہے۔ [تجری] فعل مضارع معروف صیغہ واحد مؤنث غائب ہے جس کی تانیث اس کے فاعل (جو آگے آرہا ہے) کی جمع تکسیر کی وجہ سے ہے۔[من تحتھا] جار مجرور ["مِنْ" جار + تحت ظرف مضاف مجرور + ھا ضمیر مجرور] مل کر فعل "تجری" سے متعلق ہے اور [الانھارُ] فعل "تجری" کا فاعل (لھذا) مرفوع ہے گویا اس عبارت کی سادہ نثر یوں بنتی ہے۔ "تجری الانھار من تحتھا" اور یہ پورا جملہ فعلیہ (تجری من تحتھا الانھار) لفظ "جناتٍ (نکرہ موصوفہ) کی صفت ہو کر محلاً منصوب ہے۔ (کیونکہ "جناتِ" اسم "انّ" منصوب تھا) اگر صرف "تجری" کو

"جنات" کی صفت سمجھ لیا جائے تو ترجمہ ہو جائے گا "ایسے باغات جو بہتے ہیں" اور یہ بالکل غلط ہوگا۔ کیونکہ باغات نہیں بہتے بلکہ نہریں بہتی ہیں۔ پورے فقرے (تجری من تحتھا الانھار) کو "جنات" کی صفت ماننے سے ترجمہ ہوگا "ایسے باغات جو کہ بہتی ہیں (یا ہوں گی) ان کے نیچے نہریں" یعنی جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی یعنی ان میں پانی رواں ہوگا (دریا یا نہر نہیں بلکہ اس کا پانی بہتا ہے۔ مگر عربی اردو دونوں کے محاورے میں "بہنے" کے فعل کی نسبت دریا یا نہر کی طرف ہی کی جاتی ہے)۔ اس پورے لمبے جملے میں "الذین امنوا وعملوا الصالحات" تو فعل "بشر" کا پہلا مفعول (جس کو خوشخبری دی جائے) ہے اور "أَنَّ لَهُمْ جنات تجری من تحتھا الأنھٰر" پورا جملہ اس (لبشّر) کا دوسرا مفعول (جس چیز کی خوشخبری دی جائے) ہے۔

(۲) کلما رزقوا منھا من ثمرۃٍ رزقًا

[کلّما] میں "ما" ظرفیہ بمعنی "جب" ہے اور "کلّ" کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے "کلّ" بھی ظرفیت کے ساتھ منصوب (کُلَّ) ہوگیا ہے اور یہ پوری ترکیب (کُلَّما) ظرفِ زمان بمعنی شرط ہے یعنی "جب کبھی بھی" یا "جب بھی" کے معنی دیتا ہے۔ [رُزِقوا] فعل ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ جس میں ضمیر متصل "ھم" نائب فاعل کے لیے موجود ہے۔ [منھا] جار مجرور متعلق فعل (رُزِقوا) ہے یعنی "وہ دیے گئے یا ان کو دیا گیا اس میں سے" تاہم شرط کی بنا پر ترجمہ مستقبل کے ساتھ ہوگا۔ (شرط ماضی پر نہیں ہوتی) ۔ یعنی "ان کو دیا جائے گا اس میں سے" ــــ اس (منھا) کی ضمیر مجرور (ھا) "جنات" کے لیے ہے۔ [من ثمرۃ] یہ جار (من) مجرور (ثمرۃٍ) مل کر سابقہ "منھا" کا بدل ہے اور بدل الاشتمال ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے کہیں "اکلت من بستانك من الرمان شیئًا" (میں نے تیرے باغ میں سے اناروں سے کچھ کھایا) اس میں "من الرمان" "من بستانك" کا بدل الاشتمال

(رزقنا) " الذی " کے صلہ کا ہی ایک حصہ ہے جس میں ضمیر عائد محذوف ہے یعنی دراصل " ما رزقناہ " ہے ۔ [من قبل] من حرف الجرّ اور " قبل " ظرف ہے اور یہاں اس کا مضاف الیہ محذوف ہے اس لیے یہ ضمہ (ـُـ) پر مبنی رہ گیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ "پہلے بھی" ہو گا ــــ اور یہ جار مجرور (من قبل) فعل " رُزِقنا " سے متعلق ہے ۔ اور یہ سارا جملہ (رزقنا من قبل) اسم موصول " الذی " کا صلہ ہے اور یہ صلہ موصول مل کر " ھذا " کی پوری خبر بنتا ہے ۔ اس پورے جملہ اسمیہ (ھذا الذی رزقنا من قبل) کا لفظی ترجمہ ہوگا " یہ وہ ہے جو دیا گیا ہم کو پہلے بھی "

(۴) وَاُتوا بہ متشابھًا

[وَ] یہاں حالیہ بھی ہو سکتی ہے اس صورت میں " وَ " کے بعد ایک " قَدْ " محذوف سمجھا جائے گا اور اس کا تعلق سابقہ جملے کے ساتھ ہوگا ۔ یعنی وہ یہ بات کہیں گے (قالوا .... مندرجہ بالا ۳) اس حالت میں کہ ان کو دیا جا چکا (اتوا) .... اور چاہیں تو اسے واو الاستیناف سمجھ لیں یعنی یہاں سے ایک نیا جملہ شروع ہو رہا ہے اس صورت میں اس کا اردو ترجمہ صرف "اور" سے کیا جائے گا ۔ [اُتُوا] فعل ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب ہے جس میں ضمیر مرفوع متصل " ھم " موجود ہے (آخری " و " کی شکل میں) جو نائب فاعل کا کام دے رہی ہے ۔ [بہ] جار مجرور متعلق فعل "اُتُوا" سے ہے یعنی پہلے فعل " اتی یاتی " پر " بِ " لگا کر اسے متعدی بنایا گیا اور پھر متعدی سے مجہول بنایا گیا ہے ــــ ضرورت ہو تو اس " اتوا بہ " کی لغوی بحث اوپر دیکھ لیجئے یعنی ۲ : ۱۸ : ۱ (۸) میں ــ " بہ " کی ضمیر مجرور " رزق " کے لیے ہے (جس کا " رُزِقنا " میں ذکر ہے) ۔ یوں " اتوا بہ " کا ترجمہ بنتا ہے " ان کے سامنے لایا گیا وہ (رزق) " ــــ

[متشابھا] حال ہے (نصب کی وجہ یہی ہے)، یعنی " ملتا جلتا ہوا "

ہے۔ترجمہ ہوگا "کسی پھل میں سے یا کوئی پھل" [رِزْقًا] یہ فعل "رُزِقُوا" کا مفعول ثانی (لھذا) منصوب ہے (پہلا مفعول ضمیر نائب فاعل "ھم" تھی)۔ اس طرح "کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا" کا ترجمہ بنتا ہے "جب کبھی بھی وہ دئے جائیں گے (ان کو دی جائے گی) ان (باغات) میں سے (یعنی) کسی (قسم کے) پھل سے کچھ روزی یا غذاء" ـــــ اور یہ بھی ممکن ہے کہ "رزقاً" کو مفعول لہٗ سمجھ لیا جائے۔اس صورت میں عبارت کے آخری حصے کا ترجمہ ہوگا۔ "روزی یا غذا کی خاطر" اردو کے صرف ایک مترجم نے "رزقا" کو مفعول سمجھ کر ترجمہ "کسی پھل کی غذا" کیا ہے۔بیشتر حضرات نے اسے مفعول لہٗ سمجھ کر ہی ترجمہ "کھانے کو" کے ساتھ کیا ہے۔اور اگر یہاں "من ثمرۃ" (کچھ پھل) کا ذکر نہ ہوتا تو "رزقا" کو فعل "رزقوا" کا مفعول مطلق بھی سمجھا جا سکتا تھا۔کیونکہ یہاں بات اب بھرپور روزی کی نہیں ہو رہی جو مفعول مطلق کا تقاضا تھا ـــــ اس پورے جملے (کلما رزقوا منھا من ثمرۃ) کو "جنات" کی صفت ثانیہ بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ اور اسے جملہ مستأنفہ (الگ جملہ) بھی قرار دیا جا سکتا ہے تاہم یہ ایک نامکمل جملہ ہے اس لیے کہ اس میں صرف شرط کا بیان ہوا ہے جواب شرط اس سے اگلے جملے میں ہے جس کے ساتھ مل کر یہ جملہ شرطیہ مکمل ہوگا ـــــ یعنی

(۳) قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل

[قالوا] فعل ماضی کا صیغہ مع ضمیر الفاعلین "ھم" ہے۔مگر یہاں سے "کلما" والے جملے کا جواب شرط شروع ہو رہا ہے۔اس لیے اس کا ترجمہ مستقبل کی طرح "تو کہیں گے" ہوگا۔ [ھذا] اسم اشارہ مبتدأ مرفوع ہے۔[الذی] اسم موصول (ھذا) کی خبر ہے لھذا مرفوع ہے۔ جیسے کہیں "ھذا الرجلُ" [رُزِقْنا] فعل ماضی مجہول صیغہ جمع متکلم ہے جس میں ضمیر مرفوع متصل "نا" نائب فاعل کا کام دے رہی ہے۔اور یہ جملہ فعلیہ

(رزقنا) " الذی " کے صلہ کا ہی ایک حصہ ہے جس میں ضمیر عائد محذوف ہے یعنی دراصل " ما رزقناہ " ہے ۔ [من قبل] من حرف الجر اور " قبل " ظرف ہے اور یہاں اس کا مضاف الیہ محذوف ہے اس لیے یہ ضمہ (ـُـ) پر مبنی رہ گیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ " پہلے بھی " ہوگا ۔ اور یہ جار مجرور (من قبل) فعل " رُزِقنا " سے متعلق ہے ۔ اور یہ سارا جملہ (رزقنا من قبل) اسم موصول " الذی " کا صلہ ہے اور یہ صلہ موصول مل کر " ھذا " کی پوری خبر بنتا ہے ۔ اس پورے جملہ اسمیہ (ھذا الذی رزقنا من قبل) کا لفظی ترجمہ ہوگا " یہ وہ ہے جو دیا گیا ہم کو پہلے بھی "

(۴) وَاُتوا بہ متشابہاً

[وَ] یہاں حالیہ بھی ہو سکتی ہے اس صورت میں " وَ " کے بعد ایک " قَدْ " محذوف سمجھا جائے گا اور اس کا تعلق سابقہ جملے کے ساتھ ہوگا ۔ یعنی وہ یہ بات کہیں گے (قالوا .... مندرجہ بالا ۳) اس حالت میں کہ ان کو دیا جا چکا (اُتوا) .... اور چاہیں تو اسے واو الاستیناف سمجھ لیں یعنی یہاں سے ایک نیا جملہ شروع ہو رہا ہے اس صورت میں اس کا اردو ترجمہ صرف " اور " سے کیا جائے گا ۔ [اُتُوا] فعل ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب ہے جس میں ضمیر مرفوع متصل " ھم " موجود ہے (آخری " و " کی شکل میں) جو نائب فاعل کا کام دے رہی ہے ۔ [بہ] جار مجرور متعلق فعل " اُتُوا " ہے یعنی پہلے فعل " اتی یاتی " پر " بِ " لگا کر اسے متعدی بنایا گیا اور پھر متعدی سے مجہول بنایا گیا ہے ــــ ضرورت ہو تو اس " اُتوا بہ " کی لغوی بحث اوپر دیکھ لیجئے یعنی <u>۲ : ۱۸ : ۱ (۸)</u> میں ـ " بہ " کی ضمیر مجرور " رزق " کے لیے ہے (جس کا " رُزِقنا " میں ذکر ہے) ۔ یوں " اُتوا بہ " کا ترجمہ بنتا ہے " ان کے سامنے لایا گیا وہ (رزق) " ــــ

[متشابہا] حال ہے (نصب کی وجہ یہی ہے)، یعنی " ملتا جلتا ہوا "

یا اردو محاورے کے مطابق صرف "باہم ملتا جلتا" اس طرح اس جملہ (واتوابه متشابهًا) کا ترجمہ بطور جملہ مستانفہ یوں ہوگا "اور ان کو لائے گئے (وہ دیئے گئے) وہ (رزق یا پھل) باہم ملتا جلتا"

(۵) ولهم فيها ازواج مطهرةٌ

[وَ] عاطفہ اور [لهم] جار مجرور مل کر خبر مقدم کا کام دے رہا ہے۔ ضمیر "هم" کا مرجع "الذین امنوا......" ہے۔ [فیها] یہ جار مجرور متعلق خبر (لهم) ہے اور اس میں ضمیر مجرور "ها" "جنات" کے لیے ہے۔ [ازواجٌ] مبتدأ مؤخر (نکرہ) مرفوع ہے [مطهرة] "ازواج" کی صفت ہے چونکہ موصوف جمع مکسر ہے لہٰذا اس کی صفت بصیغہ واحد مؤنث آئی ہے۔ اس طرح اس جملے (ولهم فيها ازواج مطهرة) کا ترجمہ ہوگا "اور ان کے لیے (ہونگی) ان (باغات) میں پاکیزہ بیویاں"۔ یہ جملہ "و" عاطفہ کے ذریعے اپنے سے سابقہ جملے پر عطف ہے۔

(۶) وهم فيها خلدون

[وَ] عاطفہ اور [هم] مبتدأ مرفوع ہے۔ [فیها] جار مجرور متعلق خبر (جو آگے آرہی ہے) ہے۔ یہاں بھی ضمیر "ها" کا مرجع "جنات" ہی ہے۔ [خلدون] هم کی خبر مرفوع ہے۔ علامتِ رفع آخری نونِ اعرابی سے پہلے آنے والی "و" ماقبل مضموم (ـُـو) ہے جو جمع مذکر سالم میں علامتِ رفع ہوتی ہے۔ یہ عبارت سادہ نثر میں "وهم خالدون فيها" تھی جس میں فاصلۂ آیت کی رعائت سے "خالدون" آخر پر لایا گیا ہے اور "فیها" کے مقدم ہونے سے اس میں "اس ہی میں" کا مفہوم بھی پیدا ہو گیا ہے۔

نوٹ: آپ نے دیکھا کہ یوں تو یہ آیت (زیرِ مطالعہ) قریباً چھ چھوٹے جملوں پر مشتمل ہے جس کو علامات وقفِ کے ذریعے (مثلاً وقفِ مطلق "ط" لگاکر)

اولاً تین بڑے جملوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یعنی پہلا جملہ " الانھار" پر دوسرا "متشابھًا" پر اور تیسرا "خالدون" پر ختم ہوتا ہے۔ پھر ان جملوں میں سے بعض آپس میں اس قدر مربوط ہیں (مثلاً شرط اور جواب شرط ہونے کی بنا پر۔ دیکھئے ۲:۱ مندرجہ بالا) کہ ان کے درمیان وقف کرنا درست نہیں۔ اس لیے وہاں علامتِ وقف ناجائز (لا) لگائی گئی ہے۔ علامات الوقف ہمیشہ عبارت کی ترکیب نحوی کے پیشِ نظر مقرر کی جاتی ہیں۔ اعراب اور ترکیبِ نحوی کے اختلاف کی بناء پر مختلف ملکوں کے علماء کے نزدیک وقف کی جگہوں اور علامتوں میں فرق بھی ہوتا ہے۔ ہم نے اوپر (شروع آیت میں) برصغیر کے حوالے سے یہ علامت درج کی ہیں۔ مگر جملوں کے علیحدہ علیحدہ اعراب میں بعض دوسرے امکانات بھی بیان ہوتے ہیں۔

۲:۱۸:۳ الرسم

وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لهم
جنت تجری من تحتها الانهر۔ کلما رزقوا منها
من ثمرة رزقا قالوا هذا الذی رزقنا من قبل
واتوا به متشابها۔ ولهم فیها ازواج مطهرة وهم
فیها خلدون ۝۲۵

زیرِ مطالعہ آیت (جو قریباً ۲۵ کلمات پر مشتمل ہے) کے بیشتر کلمات کا رسم عثمانی اور رسم املائی یکساں ہے صرف سات کلمات بلحاظ رسم عثمانی توجہ طلب ہیں یعنی " الصالحات ، جنات ، الانھار ، کلما ، متشابھًا ، ازواج اور خالدون" (یہاں ہم نے ان تمام کلمات کو رسم املائی کے مطابق ہی لکھا ہے تاکہ آپ کو ان کے رسم عثمانی کا فرق معلوم ہوجائے۔

اب ہم ان میں سے ہر ایک کے رسم پر بالتفصیل بات کرتے ہیں۔

● مندرجہ بالا کلمات میں سے چار کلمات یعنی " الصالحات، جنات، الانھار

اور خالدون" تو رسم عثمانی میں بالاتفاق بحذف الف لکھے جاتے ہیں یعنی قرآن کریم میں ان کو ہمیشہ اور ہر جگہ "الصلحت"، "جنت"، "الانھر" اور "خلدون" کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔ نوٹ کیجئے "الصلحت" میں سے دو الف حذف ہوئے ہیں (ایک "ص" کے بعد دوسرا "ح" کے بعد)، "جنت" میں ایک الف ("ن" کے بعد) "الانھر" میں ایک الف ("ھ" کے بعد) اور "خلدون" میں بھی ایک الف ("خ" کے بعد) حذف ہوا ہے۔

● ترکی، ایران اور چین کے مصاحف میں یہ چاروں کلمات باثبات الف یعنی رسم املائی کی طرح لکھنے کا رواج ہو گیا ہے جو متفقہ رسم عثمانی کی صریح خلاف ورزی ہے۔ برصغیر کے اکثر اہل علم کتاب مصاحف (مثلاً منشی ممتاز علی۔ دہلی ــ محمد قاسم لدھیانوی اور میرزا محمد علی۔ بمبئی) نے ان چاروں کلمات کو بحذف الف ہی لکھا ہے (یعنی رسم عثمانی کے مطابق)۔

● آیت زیر مطالعہ کے دو کلمات "متشابھًا" اور "ازواج" میں الف (پہلے کلمہ میں "ش" کے بعد اور دوسرے کلمہ میں "و" کے بعد) کے حذف یا اثبات میں اختلاف ہے۔ الدانی نے المقنع میں یہاں حذف الف کی تصریح نہیں کی اور یہی وجہ ہے کہ لیبیا کے "مصحف الجماھیریہ" میں یہ دونوں کلمات باثبات الف (متشابھًا اور ازواج کی شکل میں) لکھے گئے ہیں۔ ہمارے ہاں۔ برصغیر میں ــ (مثلاً انجمن حمایت اسلام کے نسخہ میں، بلکہ ترکی، ایران اور چین کے مصاحف میں بھی یہ دونوں کلمات باثبات الف ہی لکھے جاتے ہیں ــ اس کے برعکس الدانی کے شاگرد ابوداؤد کی تصریح کی بنا پر عرب اور افریقی ممالک (ماسوائے لیبیا) کے مصاحف میں یہ کلمات بحذف الف لکھے جاتے ہیں (یعنی "متشبھا" اور "ازوج" کی صورت میں) گویا برصغیر کے مصاحف بلحاظ "رسم" بہت سی چیزوں میں

اہلِ لیبیا کے مصاحف کے موافق ہیں۔ اگرچہ وجۂ موافقت مختلف ہے۔ اہلِ لیبیا الدانی اور ابوداؤد میں اختلاف کی صورت میں " الدانی " کے قول کو ترجیح دیتے ہیں جب کہ عام عرب ممالک اس صورت میں ابوداؤد کے قول کو فائق سمجھتے ہیں۔ البتہ برصغیر کے مصاحف میں ترکی اور ایران کے مقابلے پر " رسم " کی اغلاط نسبتاً کم ہیں ـــ اور اہل لیبیا سے ان کی ـ بعض کلمات میں موافقت غالباً محض اتفاق ہے۔[۲]

● ساتویں کلمہ (جو کلمات پر اوپر بات ہوئی ہے)، " کُلَّمَا " کے رسمِ عثمانی کے بارے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ کلمہ قرآن کریم میں ہر جگہ موصول (یعنی " کُلَّ " اور " مَا " کو ملا کر) لکھا جاتا ہے ۔ یہ لفظ مجموعی طور پر قرآن کریم میں سترہ دفعہ آیا ہے ۔ ان میں سے صرف پانچ مقامات (النساء : ۹۱ ، الاعراف : ۳۸، ابراہیم : ۳۴ ، المومنون : ۴۴ اور الملک : ۸) پر اسے مقطوع (بصورت "کُلَّ مَا" لکھنے کا ذکر کتبِ رسم میں آیا ہے ، بلکہ ان میں سے بھی متفق علیہ مقطوع تو صرف ایک جگہ (ابراہیم : ۳۴) ہے ۔ باقی مقامات پر اسے مفعول یا موصول لکھنے میں اختلاف ہے[۳] ان سب مقامات کی وضاحت اپنی اپنی جگہ ہو گی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ

۲ : ۱۸ : ۴ الضبط

۱ے جس کا ذکر بعد کے مصنفین مثلاً صاحب " موردالظمآن " نے کیا ہے ۔ ابوداؤد کی کتاب " التنزیل فی ھجاء المصاحف " ابھی تک شائع نہیں ہوئی ۔ اس کے مندرجات کے بارے میں ہماری معلومات کا ذریعہ بعد کی تالیفات ہی ہیں خصوصاً موردالظمآن للخراز (المتوفی ۷۱۸ ھ) مثلاً ان دو کلمات کے حذف الف کا ذکر دیکھئے دلیل الحیران (شرح موردالظمآن)، ص ۹۲ اور ص ۱۰۲

۲ے اس موضوع پر بالتفصیل بحث الفاتحہ : ۶ یعنی ۱ : ۵ : ۳ میں لفظ "الصراط" کے رسم کے ضمن میں ہو چکی ہے ۔

۳ے دیکھئے دلیل الحیران للمارغنی ص ۹۶ - ۲۹۵ اور الشاطبی (العقیلہ) ص ۹۲